اسلام اور ہندو مت میں مروجہ مشترکہ خاندانی نظام کا تحقیقی و تقابلی مطالعہ

Joint Family System in Islam and Hinduism: A Comparative & Analytical Study

ڈاکٹر محمد اکرام اللہ اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ و دینیہ جامعہ ہری پور
عالیہ ناز ایم فل سکالر شعبہ علوم اسلامیہ و دینیہ جامعہ ہری پور

Abstract

In accordance with the joint family system, it is clear that although there is a concept of joint family system in our religion, Islam, but it is not like that in our society; rather Islam focuses on women's screening. It is ordered to have membrane from brother in law. If there are only husband's parents in his house then it is not against Islam but if there are brother, sisters, uncles in his house then it is discouraged in Islam, because in joint family system wife have supposed to take care of all the family members, and also have to fulfill their needs, while according to Islamic teachings wife is not a servant of all family members. On the other hand, Hinduism does not discourage a joint family system, and all responsibilities to serve them are led upon the wife. Rather joint family is the basis of the Hindu society. In Hinduism there are different types of customs, that also affect a society, and in result of these affects many social evils have been taken birth.

Keywords: Joint family, Islam, Society, Hinduism, Traditions

تمہید

روئے زمین پر انسانی معاشرت کا سلسلہ دنیا کے پہلے انسان حضرت آدمؑ کی پیدائش کے ساتھ ہوا۔ آدمؑ کی تخلیق کے بعد اللہ تعالیٰ نے اُن کی شریک حیات حضرت حواؑ کو پیدا فرمایا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:"يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا"[1]

ترجمہ: اے انسانو! تم سب کو اللہ نے ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو خاندان اور قبیلہ اس لئے بنا دیا کہ تم ایک دوسرے کی پہچان کر سکو۔

دیگر مذاہب عالم کی طرح ہندومت میں بھی خاندانی نظام کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ دراصل مشترکہ خاندان کی جڑیں ہندو معاشرے سے ہیں اور مشترکہ خاندانی نظام بڑے پیمانے پر ہندوستان میں رائج ہے۔ ہندو خاندانی نظام میں عقائد و روایات کو تہہ دل سے مانتے ہیں۔ خاندانی اقدار ہندومت کی سماجی زندگی میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ انسان فطرتاً مدنی الطبع ہے۔ اس کی فطری ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اسے عائلی زندگی اختیار کرنے کی تاکید کی ہے۔ دورِ حاضر کا مشترکہ خاندانی نظام اگرچہ اسلامی تعلیمات اور اصولوں کے منافی ہے اگر ایک طرف اسلام مروجہ مشترکہ خاندانی نظام کی تلقین نہیں کرتا تو دوسری طرف اسلام قطع رحمی کو ناپسند کرتا ہے۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک، ہمسائیوں اور دیگر عزیز و اقارب کے ساتھ حسن خلق کی تعلیم دیتا ہے۔

اسلام کا خاندانی نظام ایک فطری ضابطہ حیات ہے۔ زندگی کے ہر معاملے اور ہر پہلو کے متعلق رہنمائی کرتا ہے۔ ان معاملات میں خاندانی نظام بھی شامل ہے۔ دنیا میں تقریباً ہر انسان کا زندگی گزارنے کا اپنا ایک ڈھنگ، ایک طریقہ اور ایک انداز ہوتا ہے۔ انسان کچھ روایات، خیالات، تصورات اور عادات و رسم کا خود کو پابند سمجھتا ہے۔ ان عادات اور اس پابندی کو ہم دین سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ ہر مذہب، دین اور علاقے میں خاندانی نظام کا اپنا طور طریقہ ہے۔ اسلام میں خاندان کا پاکیزہ تعلق نکاح جیسے مقدس بندھن سے قائم ہوتا ہے۔ اسلام نے خاندانی زندگی کی جو اہمیت بتائی ہے اور اس میں صلہ رحمی اور حسن سلوک آپس کی محبت اور تعلق کی جو خصوصیات بیان کی گئی ہیں، دیگر سماوی اور غیر سماوی مذاہب میں وہ خصوصیات کم ہی نظر آتی ہیں۔
اسلام تجدد کے بجائے نکاح کی سنت کو رائج کرنے کا حکم دیتا ہے اور ان طریقوں کو اپنانے کا حکم ہے جو فطری اور جائز ہیں۔

خاندان کے لغوی معنی

خاندان فارسی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی ہے گوت، گھرانا، بنس، پردار، نسل۔ کٹم، قبیلہ[2] "نسل، قبیلہ، گھرانا، کنبہ"[3]۔

عربی لغت میں خاندان کے لئے لفظ "عائلہ" استعمال ہوا ہے[4] اس سے مراد بیوی اور گھر کے دوسرے افراد ہیں۔ اس کی جمع عائلات اور عیال ہے۔ چنانچہ عائلی زندگی سے مراد گھر کے ان تمام افراد کی زندگی ہے جو ماں باپ اور بچوں پر مشتمل ہیں۔

خاندان کی اصطلاحی تعریف

خاندان ایک اجتماعی گروہ کا نام ہے جس کا مقصد لوگوں کی روحی اور ذہنی سلامتی کو برقرار رکھنا ہے[5] ہندومت میں خاندان سے مراد لوگوں کا وہ گروہ ہے جو ایک چھت کے نیچے رہتے ہیں اور اکٹھے پکاتے اور مل کر کھاتے ہیں۔ اُن کی جائیداد، مال و دولت اور عبادت سب مشترکہ ہوتی ہے"[6] ہندو خاندان میں میاں بیوی اُن کے بچے اور دیگر افراد مثلاً چچا، پھوپھو، چچازاد، پھوپھوزاد اور اُن کی اولادیں شامل ہیں"[7]۔

خاندان کا ارتقاء

حضرت آدمؑ دنیا میں سب سے پہلے انسان تھے جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے: "جب اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کرنا چاہا تو فرشتوں اور ابلیس سے کہا: میں کھنکھناتے ہوئے سیاہ اور سڑے ہوئے گارے سے ایک انسان بنانے والا ہوں۔ جب میں اسے ٹھیک طرح سے بنا کر مناسب شکل دے دوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کے آگے سجدے میں گر پڑنا"[8]۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: "اور ہم ہی نے تم کو ابتداء میں مٹی سے پیدا کیا پھر تمہاری شکل وصورت بنائی پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا لیکن ابلیس سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا"[9] آپؑ کی آمد سے دنیا میں انسان کی زندگی کا آغاز ہوا[10] حضرت آدمؑ کی تنہائی کو دور کرنے کے لئے حضرت حواؑ کو ان کی پسلی سے پیدا کیا گیا۔ اس طرح وہ حضرت آدمؑ کی رفیق حیات کے طور پر جنت میں رہنے لگیں۔ روئے زمین پر سب سے پہلا کنبہ حضرت آدمؑ و حواؑ کا تھا۔ جس سے نسل انسانی کی بقاء ہوئی۔ اس طرح یہ اولین خاندان حضرت آدمؑ و حواؑ سے شروع ہو کر کروڑوں اربوں خاندانوں پر محیط ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً"[11]

ترجمہ: لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا اور اس سے اس کو جوڑا بنایا پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد وعورت پیدا کر کے روئے زمین پر پھیلا دیئے۔

قرآن مجید میں ایک اور جگہ خاندان کی تشکیل کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

"يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا"[12]۔

ترجمہ: اے انسانو! تم سب کو اللہ نے ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو خاندان اور قبیلہ اس لئے بنا دیا تاکہ تم ایک دوسرے کی پہچان کر سکو۔

دیگر ممالک کی طرح ہندوستان میں بھی خاندانی نظام رائج ہے لیکن برصغیر میں بڑے پیمانے پر مشترکہ خاندانی نظام ہے۔ اس خاندانی نظام کی جڑیں ہندو معاشرے سے ہیں۔ ہندوستان میں چونکہ اکثریت ہندوؤں کی ہے اور ہندو مذہب قدیم ترین مذاہب میں سے ایک ہے لہذا جتنا یہ مذہب پرانا ہے اسی طرح مشترکہ خاندان کی جڑیں بھی قدیم ہیں۔ ہندوستان چونکہ معاشی لحاظ سے پسماندہ ہے اس لئے وہاں ایک ہی چھت کے نیچے تمام رشتہ دار ساتھ مل کر رہتے ہیں[13] تمام دنیا اس بات پر متفق ہے کہ مشترکہ خاندانی نظام کا آغاز ہندوستان سے ہوا۔ جیسے جیسے "آریا" ہندوستان میں آئے تو مروجہ مشترکہ خاندانی نظام کا آغاز ہوتا گیا[14]۔

اسلام میں مشترکہ خاندان کا تصور

انسان کی معاشرت پسندی نے انسانی اجتماعیت کو جنم دیا۔ انسان کی طویل اجتماعی زندگی میں بے شمار اجتماعی نظام وجود میں آئے اور ان گنت قومیں آباد ہوئیں۔ انسان مدنیت پسند ہے[15] اس کے اس احساس نے انسانی زندگی کو حسین بنایا اور آئے روز اس کو

نئے روپ دیئے۔ مل جل کر رہنا انسانی شخصیت کی آواز ہے۔ اسے حیاتیاتی خواہش کا نام دیا جائے یا ارتقائی کیفیات کا نتیجہ، بات ایک ہی ہے کہ انسان معاشرت پسند ہے[16] اس کی سب سے بڑی دلیل موجودہ اور قدیم انسانی معاشرے ہیں۔ تاہم انسانی معاشرے میں تبدیلیاں آتی رہیں ہیں اور ترقی کا عمل جاری رہتا ہے۔ انسانی معاشرے ساکن و جامد نہیں۔ معاشرتی تنظیم کی پہلی وحدت خاندان ہے۔ اللہ کی بنائی ہوئی فطرت میں کوئی تبدیلی نہیں۔ اسی فطرت پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا۔ یہی تشکیل معاشرتی تنظیم ہے۔ یہ معاشرتی تنظیم کسی مقصد کے لئے وجود میں آئی ہے۔ اصل میں انسان اپنی طبیعت، اپنے ماحول، اپنی خواہشات اور دیگر عوامل کی وجہ سے معاشرتی تشکیل کے لئے مجبور ہوا اور مشیت ایزدی کے منصوبے کے مطابق اس نے اجتماعیت اختیار کی۔ جیسا کہ آدمؑ کی تخلیق کے بعد ان کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اور انسانیت کی تکمیل کے لئے اللہ عزوجل نے حواؑ کی تخلیق کی[17] عین اسی طرح مرد و عورت میں ایک دوسرے کے لئے محبت اور اضطراب کی کیفیت رکھ دی۔ یہی سکون کی طلب ہے جس نے انہیں مل کر گھر بنانے پر مجبور کیا۔ اس کی بدولت خاندان اور قبیلے وجود میں آئے اور اسی کی بدولت خاندان اور اسی کی بدولت انسان کی زندگی میں تمدن کا نشو و نما ہوا۔ ہزارہا سالوں سے کروڑوں اور اربوں انسانوں کی پیدائش میں یہی تدبیر شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بھی انسان کو ایک مرد کے طور پر پیدا نہیں کیا کہ بعد میں اپنی اجتماعی زندگی کی تنظیم کے لئے سرگرداں رہے بلکہ اس کی فطرت میں اجتماعیت کا شعور پیدا کیا۔ اجتماعیت کی پہلی اکائی میاں بیوی کا تعلق ہے۔ پھر اس کے بعد خاندان کے دیگر اجزاء ہیں۔ انسانی معاشرت کا سنگ بنیاد مرد و عورت کا تعلق ہے[18] معاشرت انسان کی فطری خواہش بھی ہے اور ذاتی مجبوری بھی۔ وہ طبعی ضروریات کے تحت بنی نوع انسان کا قرب چاہتا ہے۔ ذاتی مجبوریوں کے تحت دوسروں کا محتاج ہے۔ گویا اجتماعیت اور انسان لازم و ملزوم ہیں۔ انسان جب تک موجود ہے اجتماعی زندگی اختیار کرتا رہے گا۔ اجتماعیت انسان کا فطری جذبہ ہے وہ تنہائی سے گریز کر کے معاشرے میں طبعی سکون حاصل کرتا ہے۔ کچھ ماہرین نے تحریر کیا ہے کہ چند حیوان بھی طبعاً اجتماعیت پسند ہیں۔ ان حیوانوں میں انسان کو سماجی حیوان کا درجہ حاصل ہے۔ چیونٹی، شہد کی مکھی اور بھڑ وغیرہ کو "سماجی کیڑے" کہا گیا ہے۔

انسان کا مل جل کر رہنا ایک ناگزیر امر ہے اور پیدائشی طور پر مدنیت پسند واقع ہوا ہے[19] انسان جسمانی طور پر بھی کمزور ہے وہ نہ تو اکیلے فطری عوامل کا مقابلہ کر سکتا ہے نہ دوسرے حملوں کا دفاع۔ حیوان اللہ عزوجل کی عطاء کردہ قوت سے محفوظ زندگی گزار سکتے ہیں اور دیگر قدرتی عوامل کا مقابلہ بھی کر سکتے ہیں۔ انسان چونکہ قدرتی ہتھیاروں سے محروم ہے اس لئے وہ دوسروں کے تعاون کا محتاج ہے۔ یہی مجبوری اس کی اجتماعیت کا سنگ بنیاد ہے۔ یہی مجبوری اس کی فطرت بن گئی۔ کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا جب انسان اجتماعی زندگی سے بے نیاز رہا ہو۔ بالکل ابتدائی زندگی سے لے کر تمدن کے وسیع ہونے تک اجتماعیت اس کی زندگی کا اہم حصہ رہا ہے۔ معاشرت انسان کی فطری ضرورت ہے[20]۔

انسان فرد کی حیثیت سے نہیں بلکہ اجتماعی زندگی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ بے شک اپنے عمل کا انفرادی طور پر ذمہ دار ہے۔ لیکن اسے خاندان کا فرد بنایا۔ اجتماعی زندگی کا شعور دیا اور تمدن تخلیق کرنے کا سلیقہ عطا کیا۔ انسان نے اپنی اجتماعی زندگی کے لئے جتنے ادارے تشکیل دئے ہیں وہ سب کسی نہ کسی طرح خاندان کے ادارے سے منسلک ہیں۔ خلافت ارضی اجتماعی زندگی کی عکاسی کرتی ہے۔ انسان اس زمین کو بساتا بھی ہے اور نسل انسانی کی تنظیم بھی کرتا ہے۔ انسان کی موجودہ معاشرت طویل جدوجہد اور

ارتقاء کا نتیجہ ہے۔ مختلف عوامل نے انسان کو مل جل کر رہنے کا سلیقہ سکھایا ان عوامل کی بدولت انسان کی زندگی بالکل سادہ سی کیفیت سے مشکل معاشرتی تنظیم تک پہنچ گئی۔ معاشرتی تنظیم کسی مقصد کے لئے وجود میں آئی ہے۔ معاشرتی تنظیم کی پہلی وحدت خاندان ہے۔ اپنی درندگی کے باوجود انسان کے لئے اجتماعیت کے بغیر زندگی گزارنا ممکن نہیں۔ انسان کی طویل اجتماعی زندگی میں بے شمار اجتماعی نظام وجود میں آئے اور لاتعداد قومیں آباد ہوئیں۔

قرآن پاک میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ بَعْدِ نُوْحٍ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا"[21]

ترجمہ: اور نوح کے بعد ہم نے کتنی بستیاں ہلاک کر دیں اور آپ کا پروردگار اپنے بندوں کے گناہوں پر خبیر و بصیر ہونے کے لئے کافی ہے۔

انسان کی تہذیبی داستان اور تمدن کے سفر میں جن اقوام کو بلند مقام حاصل رہا ہے۔ ان میں مصری، یونانی، ہندی، رومی اور ایرانی نمایاں ہیں۔ ابتدائی معاشرت کے نمونے اب بھی دنیا کے مختلف حصوں میں موجود ہیں۔ جن اقوام نے اجتماعی نظام قائم کئے ان کے نام تاریخ میں محفوظ ہیں۔ اسلام کے آنے تک دینی ولادینی دونوں اعتبار سے انسان کی اجتماعیت نے بہت کچھ سیکھا اور بہت کچھ کھویا تھا۔ بڑے بڑے بادشاہوں مثلا اشوک سے لے نوشروان تک نے بھی انسانی معاشرت میں اپنا کردار ادا کیا[22] اسلام جس وقت رہنمائی کا دعویٰ لے کر آیا اس وقت کئی معاشرے منظم تھے اور اپنی تاریخ کا عظیم سرمایہ رکھتے تھے۔ معاشرے اپنا اجتماعی اثر کھو چکے تھے اور ان کے جسد اجتماعی کو گھن لگ چکا تھا[23]۔

"ظَهَرَالْفَسَادُفِي الْبَرِّوَالْبَحْرِبِمَاكَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ"[24]۔

ترجمہ: بحر و بر میں فساد رونما ہے (اس کا سبب) لوگوں کے اعمال ہیں۔

انسانیت میں ہمیشہ انفرادی اور اجتماعی فلاح کا کام ہوتا رہا ہے اور اسلام کے اعلان کے وقت بھی کہیں کہیں خیر کی کرنیں موجود تھیں لیکن اجتماعیت کا تناسب بہت کم تھا۔ اجتماعیت انتشار کا شکار تھی۔ اچھی اجتماعیت عملا موجود نہ تھی۔ اسلام نے جس سر زمین سے اولین اعلان کیا وہ سرزمین عرب ہے۔ عرب میں شہری اور بدوی معاشرے بھی موجود تھے۔ لیکن یہ دونوں معاشرے معیاری نہ تھے۔ اسلام کو عربوں کے بعد جن معاشروں کا سامنا کرنا پڑا وہ رومی اور ایرانی معاشرے تھے۔

ہندومت میں مشترکہ خاندانی نظام کا تصور

مروجہ خاندان کی ابتداء ہندوستان میں اس وقت ہوئی جب آریا قوم کی ہندوستان میں آمد ہوئی[25] وہ دریائے سندھ کے کنارے آباد ہوئے اور مشترکہ خاندان کی بنیادیں پڑنے لگیں[26] اس نظام نے اپنی جڑیں اتنی مضبوط کرلیں کہ اسلامی خاندانی نظام کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے لگا۔ لہذا یہ کہنا بجا ہوگا کہ ہندو تہذیب جتنی قدیم ہے اتنا ہی خاندانی نظام پرانا ہے اور ہندوؤں کی آمد کے ساتھ اس خاندانی نظام کا رواج پڑا[27]۔

ہندومت میں خاندان سے مراد ماں، باپ، میاں بیوی، بیٹے بیٹیاں، بہن بھائی ہیں۔ جو مشترکہ ثقافت کے تحت ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ خاندان افراد کا ایک گروہ ہے جو کسی نہ کسی رشتے سے ایک دوسرے سے منسلک ہیں[28]۔ ہندومت

میں خاندان کا قیام ایک قدیم روایت ہے۔ ہندو، خاندان، خاندانی اقدار اور بچوں کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں[29]۔ ہندومت میں خاندان کا تصور نیا نہیں ہے۔ ہندو خاندان میں وہ تمام لوگ شامل ہیں جو کسی نہ کسی رشتے سے ایک دوسرے سے منسلک ہیں۔ مشترک اور مل کر رہنا اس خاندان کی بنیادی خصوصیت ہے۔ ہندو خاندان بغیر مشترکہ مال و دولت کے بھی ساتھ رہتے ہیں ۔ سب لوگ باہمی رضامندی، خوشی، فطری رشتوں اور تعاون و مدد کے ساتھ رہتے ہیں۔ ہندو خاندان میں گھر کا سربراہ عمر رسیدہ مرد یا عورت ہوتی ہے۔ تمام افراد اس کی خدمت کرتے ہیں۔ سب ایک چھت کے نیچے رہتے ہیں اور مل کر کھاتے پیتے ہیں۔ اگر خاندان میں ایک فرد بھی برسر روزگار ہے تو سب کی ذمہ داری خوش اسلوبی سے اُٹھاتا ہے۔ پورا خاندان تمام کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ شامل ہوتا ہے۔ عبادات بھی مشترکہ ہوتی ہیں۔ تاہم ہندو خاندان میں نہ صرف خونی رشتہ دار ایک ساتھ رہتے ہیں بلکہ تمام دور پار کے لوگ بھی ایک گھر میں مل کر رہتے ہیں۔ باپ بیٹے کا رشتہ مضبوط ہوتا ہے۔ اگر ایک دفعہ خاندان بن جائے پھر اس کو منتشر کرنا مشکل ہوتا ہے۔ ہندو خاندان روایات کی پاسداری جان سے بڑھ کر کرتے ہیں۔ تمام مال و دولت اور جائیداد سانجھی ہوتی ہے۔ ہندو خاندان کا سربراہ تمام افراد کی فلاح و بہبود کا کام کرتا ہے۔ اس کا تعلق خاندان کے دیگر افراد کے ساتھ ادارے کے سربراہ کی طرح نہیں ہوتا۔ تاہم وہ خاندان کے انتظامی امور میں خود مختار ہوتا ہے۔ وہ خاندان کی ضروریات کی تکمیل کے ساتھ ساتھ اس کی حفاظت کرتا ہے۔ ہندوستان میں خاندان پرانے وقتوں میں قدیم رسم رواج کے تحت چلتا تھا۔ عورتوں کے حقوق نہ ہونے کے برابر تھے۔ وہ ادنی مخلوق کی طرح مردوں کے تابع ہوتی تھیں۔ بیٹیوں کو کم تر سمجھا جاتا تھا۔ تاہم بعض خاص خاندانوں میں عورتوں کو عزت بھی دی جاتی تھی[30]۔

منو کے قانون کے مطابق عورت کے لئے ضروری ہے کہ وہ بچپن میں باپ کے اختیار میں رہے، جوانی میں شوہر اور خاوند کی وفات کے بعد اپنے بیٹوں کے اختیار میں رہے[31]۔ ہندوؤں کے مذہب میں زوجین کے درمیان مہر کا ذکر نہیں آتا. مرد اپنی مرضی سے عورت کو کوئی تحفہ دیتا ہے۔ اور جو کچھ دیتا ہے، اسی وقت دے دیا جاتا ہے جس کو واپس لینا جائز نہیں مگر یہ کہ عورت اپنی خوشی سے ہبہ کردے[32]۔

مشترکہ خاندانی نظام میں خواتین کو برابر حقوق نہیں دیئے جاتے تھے۔ اولاد باپ کے نام سے جانی جاتی ہے۔ لیکن بعض خانہ بدوش خاندان جیسے اہیر (Ahir)، بھی ہیں جہاں اولاد ماں کے حوالے سے متعارف ہوتی ہے۔ خاندان کے تمام افراد کے حقوق برابر ہوتے ہیں اگر خاتون خانہ باورچی خانے میں کام کررہی ہوتی ہے تو گھر کی دوسری خواتین دوسرے گھریلو امور سرانجام دیتی ہیں۔ کوتلیہ چانکیہ عورت کے نان نفقہ کے بارے میں کہتا ہے "لڑکی کی ملکیت میں اس کے نان نفقہ کے لئے ضروری اثاثہ اور زیورات وغیرہ شامل ہیں۔ نان نفقہ کی غرض سے دوہزار مالیت کا اثاثہ اس کے نام کر دیا جانا چاہیے[33]۔

عصر حاضر میں خاندان کی اکائی کو درپیش تحدیدات

خاندان انسانی معاشرے کی بنیادی اکائی ہے۔ اس کی شروعات ازدواجی تعلق سے ہوتا ہے۔ ہر مذہب اور معاشرہ اپنے اپنے طریقہِ کار کے مطابق اس کو سرانجام دیتا ہے تاکہ قانون اور مذہبی دئراہ کار میں رہ کر احسن زندگی گزاری جائی۔ جب تک خاندان کا اداراہ مضبوط تھا اُس وقت تک معاشرہ مستحکم تھا۔ لیکن جب سے یہ ادارہ زوال پذیر ہونا شروع ہوا ہے تب سے انسانی سماج

کو کئی ایک مسائل کا سامنا پڑ رہا ہے۔ چنانچہ جو معاشرے وحی کی تعلیمات کے بجائے اپنی عقل و فکر کی بنا پر خاندان کے ادارے کی بنیاد رکھتے ہیں آئے روز وہ ابتری کا شکار ہوتے جا رہے ہیں۔ نتیجتاً بے بی ڈے کیئر سنٹر، اولڈ ز ہوم اور دارالامان جیسے ادارے قائم ہونا شروع ہو گئے۔ مغرب میں والدین کے لئے اپنی اولاد کو نصیحت کرنا بھی قابلِ سزا جرم بنتا جا رہا ہے۔ خاندانوں میں رائج اعلیٰ روایات ختم ہوتی جا رہی ہے انسانی ہمدردی، صلہ رحمی، غم خواری اور باہمی تعاون جسے عمدہ صفات سماج میں ناپید ہوتی جا رہی ہیں جس کی وجہ سے خاندانی نظام بُری طراح متاثر ہوا ہے۔ اسلام اور مغرب کے نظام ہائے زندگی میں فرق یہ ہے کہ مغرب میں خاندان کا ادارہ ٹوٹ رہا ہے، میاں بیوی میں اعتماد اور محبت کا فقدان ہے۔ جب کہ اسلامی نظام معاشرت میں یہ اتحاد، اعتماد، محبت اور خشیتِ الٰہی کی بنیادوں پر قائم ہے۔

نتائج بحث

مشترکہ خاندان کے حوالے یہ بات سامنے آئی کہ اسلام میں مشترکہ خاندان کا تصور اگرچہ ہے لیکن اس طرح نہیں جیسا کہ ہمارے یہاں معاشرے میں رائج ہے بلکہ اسلام نے عورت کے پردے پر بہت زور دیا ہے کہ دیور سے بھی پردے کا حکم ہوا ہے، شوہر کے خاندان میں اگر صرف ماں باپ ہے تو اس لحاظ سے مشترکہ خاندان اسلامی تعلیمات کے منافی نہیں لیکن اگر شوہر کے خاندان میں ماں باپ کے علاوہ اور رشتے مثلاً بہن، بھائی، چچازاد وغیرہ جیسے رشتے ہیں تو اس صورت میں اسلام کی تعلیمات مشترکہ خاندان کی حوصلہ شکنی کرتی ہیں۔ کیوں کہ مشترکہ خاندان میں شوہر کے علاوہ دوسرے لوگوں کا بھی خیال رکھنا پڑتا ہے، ایک دوسرے سے بات چیت کرنا ایک دوسرے کی ضرورتوں کا خیال رکھنا وغیرہ جیسے کام بامر مجبوری کرنے پڑتے ہیں۔ جب کہ ہندو معاشرے اور ہندو مت میں مشترکہ خاندان پر کوئی پابندی نہیں بلکہ مشترکہ خاندان ہندو معاشرے کی بنیاد ہے۔ الگ رہائش اسلامی شریعت کے زیادہ موافق ہے۔

حواشی و مصادر

---

[1] الحجرات49/13

[2] دہلوی، سید احمد، فرہنگ آصفیہ، رفاہ عامہ پریس، لاہور، 1900ء، ص2/ 179

[3] فیروز الدین، الحاج، مولوی، فیروز اللغات، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، کراچی، راولپنڈی، ص58

[4] مصری، سید محمد سابق، اسلام کا خاندنی نظام، مترجم: حافظ محمد اسلم شاھد روی، حدیبیہ پبلیکشیز، لاہور، ص57

[5] انصاری، غلام مرتضی، خاندان کے اخلاق و فرائض، ناشر سازمان تبلیغات اسلامی روابط بین الملل، تہران، 1410ھ، ص11

[6] http://www.thehindu.com/opinion/columns/religion-and-the-indian-constitution/article19778311.ece, Hindu Traditions & Religious Believes, Date: 20th Jun 2017.

[7] اُم عبد منیب، طرز رہائش مشترکہ یا الگ، مشربہ علم و حکمت، لاہور، ص5

[8] الحجر15/ 27-29

9 الاعراف 7/11

10 علوی، ڈاکٹر خالد، اسلام کا معاشرتی نظام، الفیصل ناشران و تاجران، لاہور، 2009ء، ص 141

11 النساء 4/1

12 الحجرات 49/13

13 علوی، ڈاکٹر خالد، اسلام کا معاشرتی نظام، افیصل ناشران و تاجران، لاہور، 2009ء، ص 151

14 ایضاً

15 ایضاً: ص 34

16 ایضاً: ص 40

17 ایضاً: ص 42

18 ایضاً: ص 44

19 ایضاً: ص 42

20 ایضاً: ص 41

21 بنی اسرائیل 17/17

22 علوی، ڈاکٹر خالد، اسلام کا معاشرتی نظام، ص 45

23 ایضاً: ص 50

24 الروم 30/41

25 البیرونی، ابوریحان، کتاب الہند، بک ٹاک، لاہور، 2011ء، ص 12

26 محمد اختر صدیق، مسلمان خاندان اسلام کی آغوش میں، ص 15

27 محمد شارق، حافظ، اسلام اور مذاہب عالم، علوم اسلامیہ پروگرام، ص 73

28 A. M. Shah, the Family in India: Critical Essays, publisher, orient Blackswan, 1988.pp34

29 محمد شارق، حافظ، اسلام اور مذاہب عالم، علوم اسلامیہ پروگرام، ڈبلیو ڈبلیو اسلامک، 1434ھ، ص 70

30 نہرو، جواہر لال، انڈیا کی دریافت، ص 74-75

31 منودھرم شاستر، 1719

32 البیرونی، ابوریحان، کتاب الہند، مترجم: سید اصغر علی، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، ص 273

33 کوتلیہ چانکیہ، ارتھ شاستر، ترجمہ سلیم اختر، نگارشات لاہور، 2004 ص 196